اسلامی مسالک میں
فقہی اختلاف اور اس کی نوعیت

از
پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف
صدر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

بظاہر تو اختلاف ایک..... چھوٹا سا ''چھ حرفی'' لفظ ہے..... لیکن اس کے تحت..... معانی کا ایک خزانہ، بلکہ ایک سمندر پنہاں ہے..... یہ ایک وسیع المعانی..... اور کثیر الاستعمال لفظ ہے ..... جو..... دو افراد یا دو گروہوں یا جماعتوں کے مابین ان ذہنی اور فکری فاصلوں کو ظاہر کرتا ہے..... جن سے ان قوموں کی تشکیل و تعمیر ہوئی ہے..... اور قوموں اور افراد کے مقاصد ان کی منزل ہائے حیات میں فرق کو بھی واضح کرتا ہے۔

یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ یا اس سے ملتے جلتے الفاظ کب اور کیسے انسانی معاشرے میں آئے ..... لیکن جہاں تک ہمارا علم ہماری رہنمائی کرتا ہے یہ اور اس سے ملتے جلتے الفاظ شاید..... انسانی تخلیق کے ساتھ ہی، انسانی معاشرے میں آ گئے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان الفاظ یا ان کے تصور کی..... گود..... وسیع سے وسیع ہوتی گئی.

یہ لفظ..... ایک طرف تو انسانی سوچ میں تنوع، رنگارنگی اور توسع کو ظاہر کرتا ہے، تو دوسری طرف..... انسانوں کے مابین لڑائی جھگڑوں، قتل و غارت گری اور دنگا اور فساد کا مظہر بھی ہے..... اختلاف کو ظاہر کرنے والے الفاظ نے..... ایک طرف تو دنیا میں بحث و تمحیص اور غور و فکر کی ابتدا کی

......تو دوسری طرف اس سے تعصُّب، تنگ نظری اور دلوں میں حسد اور بغض وکینہ کی افزائش ہوئی...... یہ لفظ انسانی فکر اور غور وفکر اور انسانی سوچ کو نئی وسعتیں بھی عطا کرتا ہے، تو دوسری طرف...... یہ انسانی رشتوں کو توڑنے اور باہمی تعلقات کو خون میں رنگنے کا باعث بھی ہے...... آیئے اس عجیب وغریب لفظ اور اس سے...... اسلامی تاریخ میں مرتب ہونے والے اثرات ونتائج کا جائزہ لیں۔

ا۔لفظ اختلاف قرآن کریم میں

قرآن کریم میں...... یہ لفظ دسیوں مرتبہ استعمال ہوا ہے...... کہیں مثبت معنوں میں اور کہیں منفی مفہوم میں......

قرآن کریم کی رو سے کسی شے یا کسی نظام میں ردو بدل...... یا تبدیلی...... بھی، ایک طرح کا اختلاف ہے...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَاب﴾[1]

ترجمہ:

یعنی بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں دانش مندوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں.

یہاں لفظ ''اختلاف'' کا استعمال...... تبدیلی کے مفہوم میں ہوا ہے اور یہ استعمال مثبت پہلو رکھتا ہے.

دوسری جگہ...... تنوع اور رنگا رنگی کے لیے...... یہی لفظ استعمال ہوا ہے، فرمایا:

﴿ وَ مِنۡ اٰیٰتِهٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِكُمۡ وَ اَلۡوَانِكُمۡ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡعٰلِمِیۡن﴾[2]

ترجمہ:

اوراسی (اللہ سبحانہ وتعالی) کی نشانیوں میں سے، آسمانوں اورزمین کی تخلیق اورتمہاری بولیوں اورتمہاری رنگتوں کا اختلاف (اورتنوع) ہے...... بے شک اس میں اہل علم کے لیے (کئی) نشانیاں ہیں گویا...... انسانی معاشرے میں، رنگتوں اور بولیوں کا یہ تنوع...... اور یہ بوقلمونی اللہ تعالیٰ کی ایک تخلیق ہے اور یہ اس کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے...... جس کی بنا پر، مختلف قومیں اور مختلف معاشرے وجود میں آئے ہیں...... کائنات میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی رحمت...... لوگوں کی زبان اور ان کی رنگت بن کر...... ظاہر ہوئی...... یہاں بھی اختلاف کا معنی مثبت پہلو رکھتا ہے اور انسانی معاشرے کی داخلی وسعتوں کو ظاہر کرتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ...... ''اختلاف'' کے لفظ سے...... مختلف قوموں اور مذاہب کے مابین...... ہونے والے فکری اور علمی تفاوت اور مخاصمت اور نزاع کو بھی مراد لیا گیا ہے...... ایک جگہ وحدت کے بعد، اختلاف کو...... یوں بیان کیا گیا ہے ﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ [۳]

ترجمہ:

پہلے تو سب لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے (ان کی طرف) بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے اور ان پر سچائی کی کتابیں اتاریں تاکہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان کا ان میں فیصلہ کردے۔

یہاں اختلاف کا لفظ...... دونوں جگہ منفی مفہوم میں ہے اور اس سے مراد بلاوجہ کی مخاصمت اور بلادلیل کے جھگڑا ہے...... جسے اللہ تعالیٰ نے دلیل اور برہان نازل کرکے رفع کیا ہے۔

بنی اسرائیل کے ہاں بھی، اسی قسم کی بلادلیل اور بلاوجہ کی مخاصمت اور منازعت رہی ہے۔ جسے قرآن کریم نے...... یوں بیان کیا ہے:

﴿ وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ فَمَا اخْتَلَفُوْا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَ ھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ ﴾ [4]

ترجمہ:

اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کی جگہ دی اور کھانے کو پاکیزہ چیزیں عطا کیں لیکن وہ علم ہونے کے باوجود اختلاف کرنے لگے۔

یہاں بھی ''اختلاف'' کا استعمال اسی منفی مفہوم میں ہوا ہے

ان قرآنی استعمالات سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ ''اختلاف'' ......مثبت پہلو بھی رکھتا ہے اور منفی پہلو بھی۔ مثبت پہلو سے یہ معاشرے کے ان جذبات وخیالات کو ظاہر کرتا ہے جو معاشرے کی صحت مندانہ سرگرمیوں کی عکاس اور غماز ہیں اور منفی پہلو سے، یہ معاشرے کی منفی سرگرمیوں کا عکاس ہے۔

۲۔پس منظر

ان قرآنی آیات کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں......ایسے اختلاف کو ناپسند کیا گیا ہے، جس کا مقصد محض ایک دوسرے کی مخالفت اور مخاصمت ہو...... جب کہ ایسا اختلاف، جو معاشرے کی صحت مندانہ سرگرمیوں کا اظہار کرتا ہو اور جس سے معاشرے کی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے اور جو کسی بھی صحت مند معاشرے کی علامت تصور ہوتا ہے، پسند کیا گیا ہے اور اسے معاشرے کی ''زندگی'' کی علامت سمجھا گیا ہے۔

غالبًا اسی بنا پر......خود عہد نبوی ہی سے، صحت منداختلاف کا آغاز ہوگیا تھا، جس کی ہمیں کئی مثالیں ملتی ہیں۔

غزوۂ ذات السلاسل میں حضرت عمرؓو بن العاص کو جنابت کا عذر لاحق ہوگیا...... ان دنوں وہاں شدید سردی تھی، تو انہوں نے تیمّم کر کے لوگوں کو نماز پڑھادی، مگر بعض صحابہؓ کو ان کے اس

عمل سے اختلاف تھا۔ چنانچہ جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے حضرت عمروؓ بن العاص کی بارگاہ نبوی میں شکایت کی کہ انہوں نے ہمیں حالت جنابت میں نماز پڑھا دی ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ اے عمرو تم نے لوگوں کو حالت جنابت میں نماز پڑھا دی؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ) اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت میرے دل میں آئی تھی:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴾[5]

ترجمہ:

اورتم اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے

اس پر نبی اکرم ﷺ مسکرا دیے اور آپ ﷺ نے انہیں کچھ نہیں کہا.

ایک اور موقع پر دو صحابہ کرام کو ایسا ہی عارضہ پیش آیا تو انہوں نے ایسے ہی نماز پڑھ لی، بعدازاں ان میں سے ایک نے دوبارہ وضو کر کے نماز کا اعادہ کرلیا، مگر دوسرے صحابی نے نماز کا اعادہ نہ کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعادہ نہ کرنے والے کو فرمایا: ''تم نے سنت یعنی شریعت واجبہ کی پیروی کی ہے اور دوسرے سے فرمایا: تمہارے لیے دوہرا اجر ہے'' [6]

اسی طرح بنوقریظہ پر حملے کے وقت آپ ﷺ...... نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ نماز عصر بنوقریظہ کے محلے میں جا کر ادا کریں [7] لیکن لوگ ابھی راستے میں ہی تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا تو کچھ صحابہ کرامؓ نے یہ سمجھ کر کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا مقصد...... بنوقریظہ کے محلے میں جلد پہنچنا تھا، نماز راستے میں پڑھ لی اور دوسرے لوگوں نے حسب حکم بنوقریظہ کے محلے میں پہنچ کر نماز ادا کی۔ آپ کو دونوں باتوں کا علم ہوا، مگر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی جس سے دونوں گروہوں کی نماز کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ اس قسم کے دوسرے کئی واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں ''اختلاف'' کو پسند کیا گیا ہے.

۲۔ عہد صحابہ

عہد نبوی میں اس نوع کے اختلاف کی اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں جس سے واضح ہوتا

ہے کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام کے مابین ہونے والی ان مثبت سرگرمیوں کو پسند فرماتے تھے اس لیے کہ یہ اختلاف اس بات کی علامت تھا کہ صحابہ کے ذہنوں میں دینی مسائل کے بارے میں غور وفکر کرنے اور دوسرے احکام اور نظائر پر غور وفکر کرنے کا جذبہ توانا صورت میں موجود ہے۔

اسی طرح آنحضو ﷺ کے وصال کے بعد بھی بہت سے مسائل ومعاملات میں صحابہ کرامؓ کے مابین اختلاف ہوا۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ا۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کا مسئلہ

مثال کے طور پر نبی اکرم ﷺ کے وصال کے موقع پر حضرت عمرؓ یہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے کہ آنحضور ﷺ کا وصال ہوگیا ہے۔ پھر جب حضرت ابوبکرؓ نے قرآنی آیات کے ذریعے انہیں باور کرایا تب جا کر انہیں یقین ہوا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ان رسو ل الله ﷺ مات وابوبكر بالسنح، قال اسماعيل، يعنى بالعالية ، فقام عمر يقول: والله ما مات رسول الله ﷺ، قالت وقال عمر ، والله ما كان يقع فى نفسى الا ذاك، وليبعثنّه الله فليقطعن ايدى رجال وارجلهم ، فجاء ابوبكر فكشف عن رسول الله ﷺ فقبّله، ثم قال بابى انت وامى طبت حياً وميتاً، والذى نفسى بيده لا يذيقك الله الموتتين ابداً، ثم خرج فقال: ايها الحالف على رسلك، فلما تكلم ابوبكر جلس عمر فحمد الله ابوبكر واثنىٰ عليه، وقال الا من كان يعبد محمداً ، فان محمد قد مات، ومن كان يعبد الله فان الله حى لا يموت، وقال اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ، وقال وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ

وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ فنشج الناس يبكون"[8]۔

ترجمہ:

آنحضور ﷺ کا وصال ہوا، اس وقت حضرت ابوبکر سخ یعنی عالیہ میں تھے، اس وقت حضرت عمرؓ اٹھے اور انہوں نے کہا: اللہ کی قسم محمد ﷺ کا انتقال نہیں ہوا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت میرے دل میں یہی بات آئی تھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد ہی دوبارہ بھیجے گا۔ آپ دوبارہ واپس آ کر ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کٹوائیں گے۔ پھر حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا، اسے بوسہ دیا اور کہا میرا باپ اور میری ماں آپ پر قربان، آپ انتہائی پاکیزگی کے ساتھ زندہ رہے اور انتہائی پاکیزگی کی حالت میں فوت ہوئے، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی دو موتوں کا مزہ نہیں چکھائے گا۔ پھر وہ وہاں سے باہر آئے اور کہا: اے قسمیں کھانے والے ذرا ٹھہر جا۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکرؓ نے گفتگو شروع کی تو حضرت عمر بیٹھ گئے۔ انہوں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجا اور پھر کہا: جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے کہ) محمد ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "بے شک آپ بھی مرنے والے ہیں اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔ نیز فرمایا: اور محمد نہیں ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے، ایک رسول۔ آپ سے پہلے بھی کئی رسول گذر چکے ہیں۔ اگر آپ فوت ہو گئے ...... یا آپ قتل کر دیئے گئے، تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھرے گا تو وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو نقصان نہ پہنچا سکے گا اور جلد ہی اللہ تعالیٰ شکرگزار بندوں کا بدلہ دے گا۔

اس پر لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے"

(ب) مسئلہ خلافت وامارت

اسی طرح اسی وقت...... یہ اطلاع ملی کہ سقیفۂ بنو ساعدہ میں، انصار مدینہ کا اجلاس ہو رہا ہے......اس موقع پر مہاجرین اور انصار میں جو معاملہ پیش آیا اس کا ذکر کرتے ہوئے ام المؤمنین فرماتی ہیں:

واجتمعت الانصار الی سعد بن عبادة فی سقیفة بنی ساعدة فقالوا منا امیر ومنکم امیر فذھب الیھم ابوبکر وعمر بن الخطاب وابو عبیدة بن الجراح فذھب عمر یتکلم فاسکته ابوبکر وکان عمر یقول والله ما اردت بذالک الاانّی قد ھیئات کلاماً قد اعجبنی خشیت ان لا یبلغه ابوبکر ثم تکلم ابوبکر فتکلم ابلغ الناس فقال فی کلامه نحن الامراء وانتم الوزراء فقال حباب بن المنذر لا والله لا نفعل منا امیر ومنکم امیر فقال ابوبکر لا ولکنا الامرا وانتم الوزراء ھم اوسط العرب داراً واعربھم حساباً فبایعو عمر او ابا عبیدة ابن الجراح فقال عمر بل نبایعک انت فانت سیدنا وخیرنا......[9]

ترجمہ:

راوی کہتے ہیں کہ اس وقت انصار مدینہ حضرت سعدؓ بن عبادہ کے پاس سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے کہا: ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہوگا، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر بن الخطابؓ اور ابوعبیدہؓ بن الجراح ان کے پاس گئے اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے بات کرنا چاہی تو انہیں، حضرت ابوبکر نے خاموش کرادیا اور پھر حضرت ابوبکرؓ نے گفتگو کی۔

حضرت عمرؓ یہ کہا کرتے تھے کہ میں اس لیے بات کرنا چاہتا تھا کہ میں نے دل ہی دل میں ایسے الفاظ وکلمات تیار کررکھے تھے جن کے متعلق مجھے اندیشہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ انہیں نہ پہنچا سکیں گے تو انہوں نے بلیغ الفاظ میں گفتگو کی۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں کہا: ہم امیر اور تم ہمارے وزیر (مددگار)

ہو۔اس پر حباب بن المنذر رانصاری نے کہا: ایک امیر ہم سے اور ایک امیر تم سے ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم امیر اور تم وزیر ہوگے، اس لیے کہ یہ (قریشی لوگ) گھر کے اعتبار سے عربوں میں متوسط لوگ اور حسبُ نسب کے اعتبار سے بھی زیادہ معروف ہیں، لہذا تم عمرؓ یا ابوعبیدہؓ بن الجراح کی بیعت کرلو۔ حضرت عمرؓ نے کہا: نہیں بلکہ ہم آپ کی بیعت کریں گے۔ آپ ہی عربوں کے سردار ہیں اور ہم میں سب سے بہتر ہیں.

اس طرح اس موقع پر یہ مسئلہ نہایت خوش اسلوبی سے طے ہوگیا۔ بعدازاں...... حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کے ساتھ خلافت ہی کے مسئلے پر اختلاف ہوا...... مگر یہ تمام مسائل عمدگی کے ساتھ حل کر لیے گئے۔

بیٹی اور پوتی کے مابین تقسیم وراثت کا مسئلہ

اسی طرح مروی ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے کہا گیا کہ سلمان بن ربیعہ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری...... دونوں نے بیٹی، بھتیجی اور بہن کے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ تمام مال مرنے والے کی بیٹی اور بہن کے مابین تقسیم ہوگا اور بھتیجی کو کچھ نہیں ملے گا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ تم بے شک ابن مسعود سے پوچھ لو، وہ بھی اس مسئلے میں ہماری ہی تائید کریں گے۔ سائل نے جب یہ مسئلہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا تو انہوں نے سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اگر میں ایسا فتویٰ دوں تو اس وقت گمراہ ہوں گا اور ہدایت یافتہ نہ ہوں گا...... بلکہ میں تمہارے درمیان نبی اکرم ﷺ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کروں گا...... آنحضور ﷺ نے بیٹی کے لیے نصف اور بھتیجی کے لیے چھٹا حصہ رکھا ہے، یہ دوتہائیوں کا تکملہ ہے اور جو بچ جائے گا، وہ بہن کے لیے ہے۔[10]

بڑی عمر کے شخص کی رضاعت کا معاملہ

اسی طرح ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بڑی عمر کے شخص کے لیے رضاعت کی قائل تھیں مگر دوسری ازداج مطہرات کو اس سے اختلاف تھا۔[11]

حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کا بھی یہی موقف تھا اور جب یہ موقف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے سامنے آیا تو انہوں نے فرمایا: کہ رضاعت سے مراد ایسی رضاعت ہے جس سے گوشت اور خون کی تولید ہو اور ظاہر ہے ایسی رضاعت بچپن میں ہی ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے اس قول سے رجوع کر لیا۔[۱۲]

کسی شخص کو آگ میں جلانے کا مسئلہ

اسی طرح جب حضرت علیؓ نے کچھ مرتدوں کو ان کے قتل کے بعد آگ میں جلانے کا حکم دیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کی مخالفت کی۔ اور کہا کہ یہ نبی اکرم ﷺ کے اس حکم کی خلاف ورزی ہے۔ جس میں آنحضور ﷺ نے فرمایا: "من بدل دینه فاضربوا عنقه"۔

ترجمہ:

جس نے اپنا مذہب بدل لیا اسے قتل کردو۔

جب یہ بات حضرت علیؓ کو پہنچی تو انہیں ان کی یہ بات اچھی لگی۔[۱۳]

نصرانیوں کا ذبیحہ کھانے کا معاملہ

اسی طرح کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ "عرب کے نصرانیوں کے ذبیحے نہ کھائے جائیں اس لیے کہ وہ " نصرانیت" سے شراب پینے کے علاوہ کوئی تعلق نہیں رکھتے، مگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ ان کے ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت کھایا جائے گا۔ اس لیے کہ یہ لوگ ان سے تعلق رکھتے ہیں اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿ومن یتولھم منکم فانه منھم﴾ [۱۴] اور جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا۔ وہ انہی میں سے ہوگا۔

دوران نماز عورت کے سامنے سے گزرنے کا مسئلہ

اسی طرح مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کو پتہ چلا کہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے

ہیں کہ عورت کے نمازی کے سامنے سے گذرنے سے اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ غلط ہے، اس لیے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کے دوران آپ کے اور قبلے کے درمیان لیٹی ہوتی تھی اور آپ نماز جاری رکھتے تھے۔[15]

اسی طرح لشکر اسامہ کی روانگی، منکرین زکوٰۃ سے جہاد، قرآن کریم کی جمع و تدوین وغیرہ کے مسائل میں صحابہ کرامؓ کے مابین اختلاف کا ہونا ایک تاریخی صداقت ہے۔

عہد صحابہ میں مختلف شہروں میں صحابہ کرامؓ اور ان کے شاگردوں پر مشتمل جو فقہی دبستان قائم ہو گئے تھے۔ جن کے مابین مختلف مسائل میں اختلافات پائے جاتے تھے، تابعین کے دور میں فقہ کی تدوین کے وقت وہاں موجود ان کے انہی افکار و خیالات سے استفادہ کیا گیا اور انہی کی بنیاد پر فقہی دبستان معرضِ وجود میں آئے۔ یہی اختلاف مختلف مسالک فقہ کی تشکیل اور تدوین کا ذریعہ بنا اور پھر صدیوں پر پھیلے ہوئے تدوین فقہ کے ہر دور میں فقہاء کے مابین پایا جانے والا یہی اختلاف فقہ اسلامی میں تجدّد اور اجتہاد...... یا حالات کے تقاضوں کے مطابق نئی قانون سازی کی اساس اور بنیاد بنتا رہا۔

تاہم حضرت عمر فاروقؓ کے عہد مسعود میں مشاورت کے عمل کے ذریعے ان اختلافات کو رفع کرنے یا انہیں کم کرنے کی کوشش کی گئی۔ جس سے اجماع کا ادارہ وجود میں آیا، لیکن اس کے باوجود بہت سے مسائل و معاملات میں کبار صحابہؓ کے درمیان اور مختلف شہروں میں قائم ان کے فقہی دبستانوں کے مابین فقہی اختلافات موجود رہے۔

صحابہ کرام کے مابین اختلاف کی خصوصیات

لیکن صحابہ کرام کے مابین جو اختلاف تھا، اس کی درج ذیل خصوصیات تھیں:

۱۔ ان کے مابین یہ اختلاف اخلاص پر مبنی تھا۔ محض اپنی شخصیت کو بلند کرنے یا ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کے لیے ہرگز نہ تھا۔ اسی بنا پر، نامور فقیہ محمد ابو زہرہ لکھتے ہیں:

لقد كان اختلاف الصحابة فی الفروع رائدة الاخلاص ولذالم يكن بينهم تنازع فی الفقه ولا تعصب بل طلب للحقيقة وبحث عن الصواب من ای ناحية اخذ ومن ای جهة استبان۔ [16] یعنی صحابہ کرام کے مابین اختلاف ان کے اخلاص پر مبنی تھا۔ اسی بنا پر ان کے مابین فقی مسائل میں جھگڑا اور مخاصمت نہ تھی اور نہ تعصب کرتے بلکہ یہ تلاش حقیقت اور سچ کی تلاش کے لیے تھا۔ چاہے وہ کسی طرف سے حاصل اور ظاہر ہو......یہی ابوزھرہ، مزید فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام کے اس اختلاف میں ذہنوں کی تیزی، قرآن کریم سے احکام کا استخراج اور قانون عمومی کا استنباط پایا جاتا ہے جو اگر چہ صاف وصریح لفظوں میں قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے۔ [17]''

۲۔ صحابہ کرام کے مابین پیدا ہونے والا یہ اختلاف امت کے لیے فقہی معاملات میں توسُّع کا غماز ہے اور اس سے آئندہ دور میں ہونے والے فقہی اجتہادات میں بڑی مدد ملی چنانچہ قاسم بن محمد....جلیل القدر تابعی کہتے ہیں۔

" لقد نفع الله باختلاف اصحاب النبی ﷺ فی اعمالهم لا يعمل العامل بعمل اهل منهم الارأى انه فی سعة ورأى انه خير منه قد عمله " [18]

اللہ تعالیٰ نے آنحضو ﷺ کے صحابہ کے درمیان اختلاف سے امت کو بڑا فائدہ پہنچایا، اس لیے کہ جو شخص ان میں سے کسی عمل کو بھی اختیار کرے گا اس کے لیے یہ بات باعث اطمینان ہوگی کہ مجھ سے بہتر شخص کا بھی اس پر عمل تھا۔

۳۔ اختلاف کے باوجود صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کا ادب واحترام ملحوظ رکھتے تھے اور ایک دوسرے سے مخاصمت اور نزاع کے قائل نہ تھے، چنانچہ مروی ہے کہ

حضرت عثمانؓ...... حج کے دوران عرفات اور مزدلفہ وغیرہ میں چار رکعات پڑھتے...... جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کے برخلاف وہاں...... نماز قصر کے قائل تھے، تاہم جب ان کے شاگردوں نے ان سے پوچھا کہ آپ یہاں اپنے مسلک پر عمل کیوں نہیں کرتے، تو انہوں نے فرمایا کہ اسلام میں فتنے یعنی فساد سے منع کیا گیا ہے اس طرح انہوں نے آخری وقت تک حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز کا سلسلہ جاری رکھا۔ [19]

۳۔عہد تابعین میں اختلاف کی روایت کا ارتقاء

تابعین نے بے شک آنحضور ﷺ کو نہیں دیکھا تھا، مگر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو دیکھا تھا اور ان کا فیض تربیت پایا تھا...... انہوں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ صحابہ کرامؓ کس طرح مختلف مسائل و معاملات میں ایک دوسرے کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے...... اور مسائل کے حل کے لیے مذاکرہ اور مباحثہ کی روایت کو ملحوظ رکھتے تھے...... چنانچہ یہی روایت تابعین کے دور میں پہنچی...... اور اس کی بنیاد پر مختلف فقہی دبستان وجود میں آنے لگے۔

تابعین میں حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن...... جن کا شمار مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہؒ میں ہوتا تھا، مختلف مسائل و موضوعات پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مباحثہ کیا کرتے تھے، چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے ان کے حالات زندگی میں لکھا ہے:

''کان یتفقه ویناظر ...... ابن عباس ویراجعه''۔ [20] ''وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تفقہ حاصل کرتے اور مباحثہ کیا کرتے تھے اور ان سے مراجعت کرتے تھے۔''

علامہ الزرقانیؒ نے...... اس کی ایک مثال بھی بیان کی ہے وہ یہ کہ:

''ابوسلمہ اور حضرت ابن عباسؓ کے مابین اس بارے میں اختلاف ہوگیا کہ اگر کسی حاملہ عورت کا خاوند فوت ہوجائے تو اس کی عدت کیا ہوگی؟ حضرت ابن عباسؓ کا خیال تھا

کہ دونوں عدتوں (وضع حمل اور چار ماہ دس دن) میں سے جو عدت بھی بعد میں آئے گی۔ وہی اس کی عدت ہوگی، مگر ابوسلمہ کا خیال اس کے برعکس یہ تھا کہ اس کی عدت صرف وضع حمل ہے، وہ جب بھی ہوجائے، بعدازاں حضرت ابوہریرہؓ نے بھی اسی موقف کی تائید کی، تاہم انہوں نے مشورہ دیا کہ اس بارے میں حضرت ام سلمہؓ سے بھی پوچھ لینا چاہیے حضرت ام سلمہؓ نے انہیں بتایا کہ یہ واقعہ خود ان کے ساتھ پیش آچکا ہے اوران کے خاوند حضرت ابوسلمہؓ کے انتقال کے چندروز کے بعد جب ان کے ہاں بچی کی ولادت ہوگئی تو رسول اکرم ﷺ نے انہیں دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت دے دی تھی۔'' [۲۱]

اسی طرح مروی ہے کہ حضرت ابن شہاب الزھریؒ اس بات کے قائل تھے۔آگ پر پکی ہوئی شے کھانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے آگ پر پکی ہوئی شے کھانے کے بعد نئے وضو کا حکم دیا ہے، جب کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین کی اکثریت کا موقف یہ تھا کہ اس کے لیے نیا وضو ضروری نہیں ہے، بلکہ بغیر وضو کے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپؐ نے آگ پر پکی ہوئی شے کھانے کے بعد بغیر وضو کیے نماز پڑھائی، لیکن ابن شہاب الزھری کا خیال تھا کہ یہ روایت سابقہ روایت سے منسوخ ہے...... ان کے شاگردوں کا موقف اس کے برعکس یہ تھا کہ ناسخ دوسری روایت ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ ناسخ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ پر کیسے مخفی رہ سکتا تھا۔ [۲۲]

اختلاف کی خلیج کو پاٹنے ...... اور کسی منطقی نتیجے تک پہنچنے کے لیے مباحثے کی یہ روایت سب سے زیادہ عراق میں پروان چڑھی ...... جہاں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں نے فقہی روایت کی بنیادیں مستحکم کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا...... اسی لیے اس دور میں بحث ومباحثہ کرنے والے کو...... فوراً ہی ''عراقی کہہ دیا جاتا تھا۔ اس کا اندازہ حضرت سعید بن المسیبؒ اور ربیعۃ الرائیؒ ...... کے مابین ہونے والے مناظرے سے ہوتا ہے۔

حضرت سعید بن المسیب بڑے اونچے درجے کے تابعی بزرگ ہیں۔ان کا خیال تھا کہ ایک تہائی تک تو مرد و عورت کی دیت برابر ہے۔اگر اس سے بڑھ جائے تو پھر عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہوگی......اس پس منظر میں دونوں حضرات کے مابین درج ذیل مباحثہ ہوا:

ربیعہ الرای: اگر کوئی شخص کسی عورت کی تین انگلیاں کاٹ دے تو آپ کے خیال میں اس کی دیت کیا ہوگی:

سعید بن المسیب: تیس درہم۔

ربیعۃ الرای: اگر وہ عورت کی چار انگلیاں کاٹ دے......تو؟

سعید: تو اس کی دیت بیس درہم ہوگی۔

ربیعۃ الرای: یہ کتنی عجیب بات ہے کہ نقصان زیادہ ہوا ہے، مگر دیت ہے کم ہے۔

سعید بن المسیب: کیا تم عراقی ہو۔

ربیعہ: ثقہ عالم یا جاہل طالب علم ہوں۔[۲۳]

''عراقی دبستان کی بحث و مباحثے میں شہرت کی وجہ یہ تھی کہ یہاں کا ماحول نسبتاً مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ماحول سے مختلف تھا۔ یہاں شروع سے ہی مباحثے اور مناظرے کی روایت موجود تھی، مگر اسے امام ابوحنیفہؒ نے ......منتہائے کمال پر پہنچا دیا...... چنانچہ یہاں امام ابوحنیفہؒ نے ایک ''مجلس فقہاء قائم کر رکھی تھی۔جس میں مختلف مسائل و موضوعات پر آزادانہ ماحول میں بحثیں ہوتی تھیں جو کبھی کبھار......ایک ایک ماہ تک طویل ہو جاتی تھیں۔[۲۴]

امام ابوحنیفہؒ صرف اپنے شاگردوں کے ساتھ ہی مباحثہ نہیں کرتے تھے، بلکہ اپنے برابر کے لوگوں سے بھی مباحثہ کرتے تھے...... چنانچہ معروف ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جب حج کرنے گئے تو مدینہ منورہ کی حاضری کے دوران میں امام مالک سے طویل مباحثے کئے اور بعض اوقات دونوں کی گفتگو نماز عشاء کے بعد شروع ہوتی اور نماز فجر تک جاری رہتی۔[۲۵] اور ان کے مابین گفتگو کا انداز یہ تھا کہ ''جب وہ ایک دوسرے کے اس قول کو اچھی طرح جان لیتے جس پر اس کا عمل ہے تو ایک دوسرے

کوغلط قرار دیئے......اورمزید گہرائی میں جائے بغیر اس پر بحث ختم کر دیتے۔[26]

اس طرح امام اوزاعیؒ اور امام مالکؒ کے مابین بھی مختلف موضوعات پر مباحثے کا ہونا ثابت ہے...... یہ اس وقت کی بات ہے جب امام اوزاعی مدینہ طیبہ میں تھے......تو ظہر سے لے کر عصر تک اور عصر سے لے کر سورج زرد ہونے تک دونوں بزرگوں کے درمیان مباحثہ جاری رہا...... سب سے آخر میں مکاتب اور مدبر کے مسائل پر گفتگو ہوئی۔[27]

پھر باہمی مباحثے اور مذاکرے کی یہ روایت امام شافعیؒ تک اور امام شافعیؒ سے امام احمد بن حنبل تک اسی طرح منتقل ہوئی...... چنانچہ بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ نے بحث ومباحثے کا یہ انداز......امام محمد بن الحسن الشیبانی سے سیکھا تھا جو اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی فیض تربیت یافتہ تھے اور انہوں نے یہ انداز امام شافعیؒ کو سکھایا تھا [28] اور امام شافعیؒ سے یہ روایت امام احمد بن حنبل تک پہنچی تھی......جیسا کہ حلیۃ الاولیاء کے مؤلف ابونعیم نے ابوالعباس ساجی سے نقل کیا ہے.

سمعت احمد بن حنبل ما لا احصیه فی المناظرة تجری بینی و بینه و هو یقول هکذا قال ابوعبدالله الشافعیؒ.[29]

ترجمہ:

''میرے اور ان کے درمیان ہونے والے مباحثہ میں میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے لاتعداد مرتبہ یہ سنا ہے کہ میں نے اسی طرح یہ بات امام شافعیؒ سے سنی ہے۔''

غرض یہ کہ صحابہ کرام، تابعین، تابع تابعین اور ائمہ اربعہ کے مابین فقہی اختلاف ضرور تھے، مگر انہوں نے مباحثے اور مکالمے کے ذریعے ایک دوسرے کے موقف کو سمجھنے اور اس سے واقفیت حاصل کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی اور مباحثے اور مکالمے کی روایت کو اتنا مضبوط و مستحکم کر دیا کہ اسی پر آئندہ دور میں ''فقہی دبستان'' معرض وجود میں آئے.

فقہاء کے مابین موجود اختلاف کی نوعیت

مذکورہ بالا تفصیل سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں مثبت نوعیت کے اختلاف کو نہ صرف یہ کہ پسند کیا گیا ہے بلکہ اس کی اجازت دی گئی ہے اور گنجائش رکھی گئی ہے اور...... نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ...... کے مطابق صحابہ کرامؓ کا یہ دور بعد کے آنے والے ادوار سے بہتر اور افضل ہے، اس لیے کہ آپ نے فرمایا ہے "خیر امتی قرنی، ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم"[30] سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا زمانہ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر ان کا زمانہ جو ان کے بعد ہوں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"اکرموا اصحابی فانھم خیارکم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم"[31]

ترجمہ:

میرے صحابہ کا احترام کرو، اس لیے کہ وہ تم سب سے بہتر ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے متصل بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے...... (بعد والوں سے افضل ہیں)۔

اور ہم یہ بات دیکھ چکے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے دور میں...... فکری اور فقہی اختلاف موجود تھا اور مختلف مسائل و معاملات میں ان بزرگوں کی سوچ اور ان کی فکر ایک دوسرے سے مختلف تھی، تاہم انہوں نے ایک دوسرے کا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوے، باہمی مذاکرے اور مباحثے کی روایت کی داغ بیل ڈالی۔

(۲) تابعین اور تبع تابعین کے ادوار میں بحث و مباحثے کے ذریعے باہمی اختلاف کو رفع کرنے کی کوششیں جاری رہیں، لیکن اس وقت بھی دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف تعصب اور کینہ موجود نہ تھا اور "اختلاف نظر" کو بڑے تحمّل اور بڑی وسعت قلبی کے ساتھ دیکھا اور سنا جاتا تھا...... امام ابوحنیفہؒ کے متعلق، ان کے سوانح نگاروں نے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں اور اپنے شاگردوں کو یہ دعا دیا کرتے تھے:

"وصل اللہ بالایمان اخوتکم وقرن برحمةٍ منہ مودتکم وشفی بالعلم والقرآن صدورکم"[۴۲]

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ تمہارے بھائیوں کو جوڑے رکھے اور اپنی رحمت سے تمہاری محبت کو ملائے رکھے اور علم اور قرآن کے ساتھ تمہارے سینوں کو شفا عطا فرمائے۔

اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اس دور میں......ان بزرگوں کے درمیان ایک دوسرے کا حد درجہ ادب واحترام ملحوظ رہتا تھا، امام ابوحنیفہؒ...... نے جس محبت کے ساتھ مدینہ منورہ میں امام مالکؒ کے ہاں حاضری دی اور امام مالکؒ نے جس محبت وخلوص کے ساتھ، ان سے ملاقات کی، امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے درمیان اور امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے مابین......تعلقات کی جو نوعیت تھی...... اس سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ فقہی اختلاف کے باوجود...... یہ بزرگ ایک دوسرے کا حد درجہ ادب واحترام کرتے تھے اور یہی قدروں اور یہی اخلاقی نمونہ انہوں نے اپنے پیچھے آنے والوں کے لیے چھوڑا ہے، جس پر خصوصاً آج کے ماحول اور آج کے معاشرے میں عمل کرنا ضروری ہے۔

انصاف پسندی اور جمود پر اصرار سے گریز

عہد نبوی......اور عہد تابعین میں فروعی اختلافات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان بزرگوں کے ہاں کسی معاملے میں......جمود یا اپنی رائے پر اصرار نہ تھا......اور ایک مسلک یا ایک موقف کر لینے کے باوجود، دوسرے کی اپنے حق میں دلیل یا ثبوت کی طرف سے اپنی آنکھیں اور اپنے کان بند کر لینے کا رویہ موجود نہ تھا......جیسا کہ مروی ہے کہ ایک بار امام اسحاق بن راھویہ اور امام شافعیؒ کے مابین دباغت کے بعد میتة کی کھال کی حلت وحرمت کے بارے میں مباحثہ ہوا......امام شافعیؒ کا موقف یہ تھا کہ "میتة" کی کھال دباغت کے بعد...... پاک اور استعمال کے لیے حلال ہے...... جب کہ اسحاق بن راھویہ، اس کے برعکس یہ رائے رکھتے تھے کہ...... دباغت کے باوجود

''میتۃ'' کی کھال پاک نہیں ہوتی۔

دلائل کے اعتبار سے......امام اسحاق بن راھویہ نے......امام شافعیؒ کو خاموش کرا دیا......
مگر امام شافعیؒ کے دلائل سن کر......خود اس کے قائل ہو گئے ...... جب کہ امام احمد بن حنبلؒ نے امام اسحاق کی رائے اختیار کر لی [۳۳]

اس نوع کی ...... دو چار نہیں ......بیسیوں مثالیں موجود ہیں، لہذا......فروعی اختلاف میں...... ہمیشہ...... دوسرے کی دلیل اور اس کے ثبوت کو سننے اور اگر صحیح ہو، تو اسے قبول کرنے میں تأمل نہیں ہونا چاہیے۔

مختصر یہ کہ فقہاء کے مابین اختلاف تھا، مگر یہ مخالفت نہ تھی......یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس اختلاف کو نہ صرف یہ کہ برداشت کیا بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی۔ امام ابوحنیفہؒ نے جو ''مجلس فقہ'' تشکیل دی تھی، اس میں مسائل پر کھل کر بات ہوتی تھی اور ہر طرح کے دلائل دیئے جاتے تھے، بے شمار موقعوں پر امام صاحب کے شاگردوں نے ان کی مخالفت کی ہے، اسی طرح امام ابوحنیفہؒ جب مدینہ منورہ گئے تو امام مالک سے طویل مکالمہ یا مباحثہ ہوا، امام شافعی اور امام محمد بن الحسن کے مابین اس نوع کی طویل بحثیں ہوئی تھیں، جس کا ذکر امام شافعیؒ نے اپنی مختلف کتب میں کیا ہے، امام احمد بن حنبل امام شافعیؒ کے خصوصی شاگرد اور فقہ میں ان کے تربیت یافتہ ہیں، اس لیے ان ائمہ کے مابین ہونے والا یہ اختلاف بہت معمولی نوعیت کا ہے اور یہ اختلاف حق اور باطل ایمان اور کفر کا اختلاف نہیں ہے۔ یہ اختلاف زیادہ سے زیادہ بہتر اور غیر بہتر کا اختلاف ہے اور اس کے تمام ڈانڈے قرآن وسنت سے ملتے ہیں۔ یہی حال موجودہ دور کے اکثر فقہی مسالک کا ہے کہ ان کے درمیان ہونے والا یہ اختلاف فروعی نوعیت کا ہے......صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ دلوں میں حوصلہ اور تحمل پیدا کیا جائے۔

۳۔ عصر حاضر میں فقہی اختلاف کی نوعیت

اس وقت ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کے مابین فروعی اختلافات کو اچھالا جا رہا ہے حالانکہ یہ فروعی اختلافات ہر زمانے میں رہے ہیں......زیادہ افسوس اور دکھ اس بات

کا ہے کہ آج کے زمانے میں مباحثہ کے ذریعے...... معمولی معمولی اختلافات کو بڑھایا اور اچھالا جا رہا ہے، اس کی ایک اہم ترین وجہ...... ہمارے مدارس کا رویہ اور ان کا تربیتی انداز بھی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ باہمی ادب واحترام کو فروغ دیا جائے اور ان اختلافات کو کم کرنے کے لیے مسلمان فرقوں کے مابین تحمل اور باہمی برداشت کو فروغ دینے اور باہمی مکالے اور گفت وشنید کو رواج دیا جائے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ سورہ آل عمران آیت ۱۹۰

۲۔ سورہ الروم آیت ۲۲

۳۔ سورہ البقرہ آیت ۲۳

۴۔ سورہ یونس آیت ۹۳

۵۔ سورہ النساء آیت ۲۹

۶۔ البخاری، کتاب التیمم، (۷)باب اذا خاف الجنب علیٰ نفسہ المرض او الموت۔(۷)مطبوعہ د/۱۱دارالمعرفۃ بیرت،۱۳۷۹ء، فتح الباری۔اس روایت کو امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب کے طور پر روایت کیا ہے۔

۷۔ نیل الاوطار علامہ شوکانی، ج۱،ص۱۱

۸۔ البخاری، کتاب المغازی، (۶۴)، باب (۸۲) مرض النبی ﷺ ووفاتہ...... حدیث۴۴۵۲_۴۴۵۳و۴۴۵۴......(یہ تمام احادیث ہم معنی الفاظ میں ہیں)

۹۔ البخاری۔۳/۱۳۴۱؛احمد بن حنبل، مسند احمد۲/۵/ فتح الباری۸۰/ ۱۴۸

۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، دارالطباعۃ المنیر یہ، قاہرہ،۲/۸۴۔

۱۲۔ حوالۂ مذکور۔

۱۳۔ ابن عبدالبرؒ، ص۸۶۔

۱۴۔ ایضاً۔

۱۵۔ ابن عبدالبرؒ، جامع بیان العلم،ص۸۶۔

۱۶۔ ابوزہرہ، مقدمہ کتاب الملکیۃ ونظریۃ العقد، ص۱۹_۲۰۔

۱۷۔ ایضاً۔

۱۸۔ ابن عبدالبرّ ، جامع بیان العلم ، ج ۲، ص ۸۰۔

۱۹۔ احمد بن حنبل ، مسند۔

۲۰۔ الذہبی ، تذکرۃ الحفاظ ، ج ۱، ص ۶۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ، بیروت۔

۲۱۔ الزرقانی ، شرح الموطا، ۲۲۲/۳، دار المعرفۃ ، بیروت، ۱۹۸۱ء۔

۲۲۔ ابن عبدالبر ، التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید، ۳۳۲/۳۔

۲۳۔ البیہقی ، سنن الکبریٰ ، ۹۶/۸

۲۴۔ موفق ،......مناقب الامام اعظم ، ۱۳۳/۲

۲۵۔ ایضاً......۱۶۴/۲

۲۶۔ ایضاً......

۲۷۔ ابن عبدالبر ، الاستذکار، ۴۷/۲......دار الکتب العلمیہ ، بیروت، بار اوّل ۲۰۰۰ء

۲۸۔ علامہ زاہد الکوثری ، بلوغ الامانی فی سیرت الامام محمد بن حسن الشیبانی ، ص ۱۲۲

۲۹۔ حلیۃ الاولیاء، ۸۱/۹۔

۳۰۔ البخاری ، ۳/۷، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ (۶۲) باب فضائل النبی...... الحدیث ۳۶۵۰؛ مسلم، ۱۹۶۴/۴، کتاب فضائل الصحابہ ، (۴۴) باب فضل الصحابہ (۵۲) حدیث ۲۵۳۵ (۲۱۴)۔

۳۱۔ احمد بن حنبل ، مسند احمد ، ۲۶/۱؛ الترمذی ، ۴/ ۴۶۵۔۴۶۶، کتاب الفتن (۲۴)، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ ، (۷)، حدیث ۲۱۶۵......

۳۲۔ موفق بن قدامہ ، مناقب الامام اعظم ، ۲۵۴/۲۔

۳۳۔ القرشی ابوالحسین یحییٰ بن علی ، غرر الفوائد......مطبوعہ مطبع العلوم والحکم ، المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۷ھ۔ ص ۳۲۷۔